مقالات

حافظ حسن مدنی

حفظِ قرآن اور تجوید و قرآءات کا جدید تعلیمی منہج

[کوتاہیوں کی نشاندہی اور بہتری کے لئے تجاویز]

ہمارے فاضل رفیقِ مجلس التحقیق الاسلامی، جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر نے اپنے ادارہ بیت الحکمت کی نومبر ۱۹۹۸ء میں افتتاحی تقریب کا اہتمام کیا تو صرف ایک رسمی تقریب کے بجائے اس کو ایک تعلیمی سیمینار کی شکل دے دی اور مختلف ماہرین تعلیم کو ملک بھر سے عصری اور دینی تعلیم کے اصلاحِ احوال کے بارے میں اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی۔ دن بھر جاری رہنے والے اس سیمینار میں ادارۂ محدث سے منسلک جامعہ لاہور الاسلامیہ کے شعبۂ کلیہ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیہ کے پرنسپل، یگانہ روزگار شخصیت قاری محمد ابراہیم میر محمدی کو تجوید و قرآءات کی تعلیم کے موضوع پر اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی۔ جناب قاری محمد ابراہیم صاحب بوجوہ اس سیمینار میں کلمات نہ کہہ سکے لیکن انہوں نے سیمینار سے ایک روز قبل راقم الحروف کو اپنی دیرینہ دلچسپی اور محنت سے حاصل ہونے والے گراں قدر تجربات سے نوازا، اور مجھے اس موضوع پر لکھنے کو ارشاد فرمایا۔ راقم الحروف چونکہ حفظ کا خود تجربہ رکھتا ہے، کچھ عرصہ قاری صاحب موصوف سے سبعہ عشرہ قراءات سیکھتا رہا ہے، علاوہ ازیں محترم قاری صاحب کی معیت میں چند سال کلیۃ القرآن کے مدیر کے طور پر خدمت انجام دینے کا موقع بھی ملا ہے، اس لئے اس ذمہ داری کو قبول کیا۔ سیمینار کے روز ہی چند گھنٹوں میں لکھے جانے والا یہ مقالہ آخری وقت میں پہنچنے کی بنا پر سیمینار میں تو نہ پڑھا جاسکا لیکن اب سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے بعد اسے محترم قاری صاحب کی پسند کے ساتھ بعینہٖ محدث کے قارئین کی نذر کیا جارہا ہے۔ اس مقالہ میں خطاب کے نقطۂ نظر سے جو بعض مشکلات محسوس ہوں، قارئین سے نظر انداز کرنے کی گذارش ہے (حسن مدنی)

نحمدهٗ ونصلّي على رسوله الكريم، قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾

"اے نبیؐ: قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو جلدی حرکت نہ دیں، قرآن کو جمع کرنا اور اس کو پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔ جب ہم پڑھ لیں تو آپ ہمارے پڑھنے کی پیروی کریں، اس کے بعد اس کو کھول کھول کر بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہی ہے"

اس آیت میں اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو یکجا کرنا اور محفوظ رکھنا اللہ کی ذمہ داری ہے جیسا کہ دوسرے مقامات پر اس کا ذکر ہوا ہے۔ اسی طرح وقُرْآنَهٗ سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت اور اس کی درست ادائیگی کرانا بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ نے اسی آیت میں ذکر کردہ اپنی دو ذمہ داریوں کی تکمیل کے لئے مسلمانوں کو توفیق خاص دی اور ایسے نفوسِ

قدسیہ تخلیق کیے جن کی زندگیاں اس مقدس کام کی تکمیل کے لئے وقف ہوئیں۔ الحمد للہ دورِ نبوت سے آج تک اُمت پر ایسا کوئی وقت نہیں آیا جب کہ اُمت کی طرف چند لوگ ان دو کاموں کی تکمیل اور ذمہ داری کا بار اپنے کندھوں پر نہ اُٹھائے ہوں۔ ہر دور میں حفاظتِ قرآن یعنی حفظِ قرآن کی درسگاہیں اور قراءتِ قرآن یعنی درست ادائیگی اور تلفظ کے ساتھ تلاوتِ قرآن کی تعلیم کے ادارے موجود رہے ہیں۔ جو کہ اللہ کے مذکورہ فرمان کا عملی مصداق بنے اور جن کے ذریعے باری تعالیٰ نے اپنے ذمے لئے ہوئے کئی اُمور کی تکمیل کرائی۔

سب سے پہلے نبی کریم ﷺ نے بذاتِ خود تعلیم قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کا طریقہ کار کیا تھا؟

احادیث میں ذکر ملتا ہے کہ آپؐ صحابہ کو قرآن کی تعلیم دیتے، جس میں حفظ واداء کی تعلیم کے ساتھ ساتھ معانی و مفاہیم قرآنی کی وضاحت بھی فرماتے، صحابہ کرامؓ آپؐ سے اس کو سیکھا کرتے۔ یہ تعلیم قرآن سالہا سال تک جاری رہتی حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ انہوں نے ۱۱ سال کے عرصے میں سورۂ بقرہ مکمل کی۔ صحابہ کرامؓ کی تعلیم کا دستور یہ تھا کہ جس آیت کو نبی اکرم ﷺ سکھاتے، اس کی ادائیگی بتلاتے اور اس کے معانی واضح کرتے، صحابہ تب تک اگلی آیت کو نہ پڑھتے جب تک اس پر عمل نہ کرلیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دورِ نبوی میں تعلیم قرآن کا سلسلہ قراءتِ قرآن اور حفظ تک محدود نہ تھا بلکہ اس میں تفہیم و معانی کی تعلیم بھی شامل ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں قاریٔ قرآن کا لقب فقط ادائیگی کے ماہر کے لئے نہیں بولا جاتا بلکہ اس سے مراد ایسے حضرات ہیں جو حفظ واَداء کے ساتھ ساتھ دیگر شرعی علوم کی مہارت بھی رکھتے ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ایسے حضرات کے فضائل بہت سے بیان کیے ہیں جو اللہ کی حاصل کردہ ذمہ داریوں کی تکمیل کا ایک وسیلہ بنتے ہیں اور ان کے ذریعے اللہ عزوجل کا آخری پیغام اپنے الفاظ واداء اور مفہوم و معانی ہر لحاظ سے محفوظ و مکمل شکل میں اُمت کے سامنے موجود ہے اور اللہ کی حجت اہل دنیا پر قائم کر رہا ہے۔ انہی لوگوں کے فضائل میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: أشراف أمتي حمَلَة القرآن ”میری امت کے سب سے محترم لوگ وہ ہیں جو قرآن کو سنبھالنے والے ہیں“...... انہی کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: هُمْ أهْلُ اللّٰه وخاصته کہ ”وہ اللہ کے عیال اور اس کے خصوصی بندے ہیں“۔ اور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان تو بہت مشہور ہے: خيركم من تعلّم القرآن وعلّمه

”تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرآن سیکھتے اور اس کو سکھاتے ہیں“

ان فرامین نبویہ سے حفظ و قراءت اور تعلیم قرآن میں مشغول رہنے والے لوگوں کی عظمت کا

بخوبی پتہ چلتا ہے۔ لیکن یہاں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ اہل قرآن کی ذمہ داری فقط حفظ و قراءت تک محدود نہیں بلکہ انہیں قرآن کریم کے معانی اور مراد کا علم بھی ہونا چاہئے جس پر عمل کرکے اس طرح بھی قرآن کو محفوظ کرایا جائے جیسا کہ صحابہ کرامؓ کا معمول تھا۔

ایسے لوگوں کا مقام و مرتبہ جہاں بہت عظیم ہے وہاں ان کی ذمہ داری بھی بڑی ہے، امانت کے جس بار اٹھانے کی انہیں توفیق میسر آئی ہے، اس کے تقاضے بھی بڑے ہیں۔ ان کی عظمت اور اہم ذمہ داری کے پیش نظر ان پر شیطان کے خصوصی حملے جاری رہتے ہیں تاکہ ان کو اس راہ سے ہٹا دیا جائے یا ایسی صورت پیدا کردی جائے جس سے یہ لوگ اس ذمہ داری میں کوتاہی کے مرتکب ہوجائیں، ان میں ایسے انسانی عوارض کو اجاگر کردیا جائے جس سے اس مبارک مشن میں خلل واقع ہوجائے اور انجام کار کے طور پر یہ لوگ اپنے مشن کے تقاضے اور امت کو مطلوبہ رہنمائی میسر نہ کرسکیں اور امت اپنے ان محسنوں سے محبت کی بجائے، ان سے نفرت کرنا شروع کردے...... شیطانی عزائم اور اس کے منصوبے اپنی جگہ ہیں اور حضرت انسان اپنی کوتاہیوں اور نفسانی عوارض کے باوجود جیسے تیسے صدیوں سے اس ذمہ داری کو انجام دیتا آرہا ہے۔

مرورِ زمانہ کے ساتھ اس مبارک تعلیم میں بہت سے نقائص پیدا ہوگئے ہیں جس کے لئے اصلاحی تدابیر عمل میں لائی جاسکتی ہیں، لیکن یہ امر بہر طور واضح ہے کہ شیطان اور اس کے حواری امت کو اس عظیم کام سے ہٹانے میں بالکل ناکام واقع ہوئے ہیں، ان کی تدبیریں بڑے مختصر دائرہ کار میں اثر پذیر ہوئی ہیں۔ اگر نبی آخر الزماں کے اُمتی اور اسلام کے والہ وشیدا مسلمان ان کی ریشہ دوانیوں کی طرف توجہ کریں تو شیطان کی کوششوں سے در آنے والے یہ نقائص قلیل مدت میں ختم ہوجائیں گے۔ اللہ عزوجل کی ذمہ داری کی تکمیل کا وسیلہ ہونے کو اپنے لئے افتخار جان کر اپنے میں وہ اعتماد اور حوصلہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے جس سے مسلح ہوکر مسلمان اس نیک کام کو دشمنوں کے شر سے محفوظ کرے، اللہ کا فضل اور توفیق ان شاء اللہ خلوص سے محنت کرنے والوں کے ہمراہ ہی ہوگی...... اب ہم پہلے مدارسِ حفظ کے بارے میں روشنی ڈالتے ہیں کہ کون سی وہ کوتاہیاں ہیں جن کی اصلاح کی ضرورت ہے:

حفظِ قرآن کے بارے میں پائی جانے والی کوتاہیاں

ہمارے مخصوص ماحول میں اللہ کا یہ خصوصی فضل ہے کہ حفظِ قرآن کا شوق ہر مسلمان میں پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر یہ انعام ہے کہ اس کے کلام کی محبت اس کے بندوں کے دلوں میں جاگزیں ہے اور چند نادر مثالوں کو چھوڑ کر ہر مسلمان کی یہ خواہش اور کوشش ہے کہ وہ خود یا اپنی اولاد کو

حفظِ قرآن کی دولت سے مالا مال کرے۔ گذشتہ چند سالوں میں تو یہ شوق و ذوق کافی پروان چڑھا ہے جس کے لئے ہر جگہ مختلف خصوصیات کے ادارہ ہائے تحفیظ القرآن عالم وجود میں آئے ہیں۔ حفظ کے لئے مختلف تدابیر اور تحقیقات کو کام میں لایا جارہا ہے...... عمومی طور پر مدارسِ حفظ کی دو صورتیں ہیں: حفظ کے اکثر مدارس تو ان علاقائی مساجد میں موجود ہیں جہاں محلے کے لوگ نماز پڑھتے اور جمعہ ادا کرتے ہیں۔ دیگر ممالک کے برعکس پاکستان میں عرصہ دراز سے یہ اہتمام پایا جاتا ہے کہ یہاں مساجد کے ساتھ کسی نہ کسی نوعیت کے مدرسہ کو اور کم از کم حفظ و ناظرہ قرآن کی کلاسوں کو شروع کیا جاتا ہے۔ ان مدارس کا جال پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ اوسطاً ۷۵ فیصد مساجد میں حفظ و ناظرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ ملک میں قرآن کی تعلیم کا سب سے بڑا نیٹ ورک ہے۔

اس کے بعد ایسے رہائشی مدارس کی باری آتی ہے جہاں چند اہل خیر مل کر کوئی مستقل تعلیمی ادارہ قائم کرتے ہیں، طلبہ کو رہائش بھی مہیا کرتے ہیں تاکہ جن علاقوں میں مناسب تعلیم کی سہولت میسر نہیں وہاں کے طلبہ کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔ ایسے طلبہ عموماً مکمل دن تعلیمی ادارہ میں قیام کرتے ہیں اور ہفتہ عشرہ میں گھر کے قرب و بعد کی نسبت سے ایک دو روز ملاقات کے لئے گھر جاتے ہیں...... حفظ کے مخصوص تناظر میں اہل نظر عموماً درج ذیل کوتاہیوں کی نشاندہی کرتے ہیں:

(۱) __قرآنِ کریم کے تقدس واحترام کی کمی:__ حفظ کے لئے ابتدائی عمر کو مناسب وقت تصور کی جاتی ہے جبکہ بچہ کسی دوسری تعلیم سے قبل تعلیم قرآن سے اپنی تعلیمی زندگی کا آغاز کرے۔ عموماً ان بچوں کی عمریں ۱۰ سال سے کم یا اس کے قریب ہوتی ہیں۔ بچوں کو اس صغر سنی میں یہ احساس خود ہوتا ہے نہ ہی دیا جاتا ہے کہ کس اعلیٰ نعمت کے حصول کے لئے کتنی عظیم کتاب کو وہ حفظ کررہے ہیں۔ قرآنِ کریم کے بارے میں ایسا عظیم و مقدس تصور اس چھوٹی عمر میں ان کے ذہنوں میں راسخ نہیں ہوتا کہ وہ اس کا احترام و تقدس ملحوظ رکھیں۔ کھلنڈری عمر ہونے کی وجہ سے بھی طالبہ اس پر توجہ نہیں دیتے اور عموماً اس حوالے سے بعض کوتاہیاں دیکھنے میں آتی ہیں...... اس سلسلے میں کچھ باتیں تو طلبہ کی چھوٹی عمر کے ناطے مجبوری کی قبیل سے ہیں کیونکہ حفظِ قرآن کا مناسب وقت یہی ہے جبکہ حفظ کیا ہوا قرآن زیادہ پختہ رہتا ہے اور بچہ ابھی دوسری مصروفیت میں مشغول نہیں ہوتا۔ بڑی عمر میں بچے عموماً اس محنت کے لئے تیار بھی نہیں ہوتے اور دیگر ہم عمر بچوں کی دیکھا دیکھی اس محنت سے جی چراتے ہیں۔ لیکن اس کا حل اساتذہ کی توجہ دلانے اور طلبہ میں اس پر عمل کروانے سے ہو سکتا ہے۔

(۲) __بدعملی اور اخلاقی کوتاہیاں:__ دورِ نبویؐ میں تعلیم قرآن کے ساتھ مفہوم و علومِ قرآنی بھی سکھائے جاتے تھے، اس لئے متعلّمین میں آیات قرآنی پر عمل کرنے کا جذبہ قابل رشک حد تک موجود

تھا۔ ہمارے ہاں چونکہ الفاظ کے معانی و مفاہیم کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی، چنانچہ طلبہ میں بد عملی پائی جاتی ہے، عوام الناس قرآن کے طالب علم سے جس اعلیٰ عمل و اخلاق کی توقع کرتے ہیں، طلبہ اس پر عموماً پورے نہیں اترتے...... اس کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ حفظِ قرآن کے اساتذہ جو دراصل مدارسِ تجوید کے فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ اس بارے میں خود بھی کوئی اہتمام نہیں رکھتے، ان کو بھی معانی قرآن اور ان پر عمل کی تربیت نہیں دی جاتی، اور نہ ہی قرآن کے احترام و تقدس کو ان کے ذہنوں میں اُجاگر کیا جاتا ہے، چنانچہ وہ اپنے طلبہ میں عملی ذوق پیدا کرنے میں ناکام رہتے ہیں...... میری رائے میں اس کوتاہی کا سدباب یوں کیا جاسکتا ہے کہ اوّل تو اساتذۂ حفظ کو خصوصی ٹریننگ کورس کرائے جائیں۔ انہیں چونکہ نوخیز بچوں کا مربی بننا ہوتا ہے اس لئے ان کو کافی باصلاحیت اور باوقار ہونا چاہئے۔ اسی طرح معاشرہ کی بھی ذمہ داری ہے کہ ان اساتذہ کو مالی، اَخلاقی طور پر عزت دے۔ کیونکہ داناؤں کا کہنا ہے

إنَّ الطّبيب والمُعلّم كليها لا يُعطيان شيئا إذا لم يُكرَما

"طبیب اور معلم دونوں تب تک کچھ نہیں دیتے جب تک انہیں عزت نہ دی جائے"

عموماً یہی استاد مسجد کے امام بھی ہوتے ہیں جس سے ان کی تربیت کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے۔ اساتذہ کی تربیت کے ساتھ ساتھ طلبہ کو کبھی کبھار اَخلاق و عمل پر مبنی حکایتیں اور درس سنائے جاتے رہیں، قرآن کی اہمیت پر مبنی واقعات اور آسان کتب تیار کرا کے بچوں میں متعارف کرائی جائیں تو ان مسائل پر کسی نہ کسی درجے میں قابو پایا جاسکتا ہے۔

(۳) پڑھنے لکھنے اور دیگر بنیادی علوم کی تعلیم کا اہتمام نہ کرنا: حفظ کے دورانئے کو عموماً طلبہ پر خصوصی بوجھ کا وقت سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ دورانِ حفظ طلبہ کو حفظ و ناظرہ کے علاوہ کسی اور وسیلہ علم سکھانے کی اہمیت محسوس نہیں کی جاتی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حفظِ قرآن کا عظیم مقصد حاصل کرنے کے بعد طالب علم جب مروّجہ تعلیم کے مرحلے پر آتا ہے تو دیگر علوم کی بابت اس کی قابلیت بالکل ابتدائی ہوتی ہے۔ مزید تعلیم کے لئے بعض صاحبِ وسیلہ والدین تو بچے کے لئے حفظ کے بعد کم و بیش ایک سالہ تعلیم کا خصوصی اہتمام کرواتے ہیں جو ٹیوشن کی صورت میں ہوتا ہے، جبکہ باقی حافظ طلبہ اپنے لکھنے پڑھنے کی کم استعداد کی وجہ سے سکول میں بالکل ابتدائی کلاسوں میں بیٹھنے کی اجازت پاتے ہیں...... جبکہ یہ ان کے مناسبِ حال نہیں کیونکہ یہ طلبہ اپنے علمی و ذہنی معیار کے ساتھ ساتھ لکھنے پڑھنے کی بھی دوسرے عام طلبہ سے زیادہ استعداد رکھتے ہیں۔ کمی صرف یہ ہوتی ہے کہ اس استعداد کو حاصل کرنے کی معمولی مشق نہیں کروائی جاتی۔ چنانچہ مختصر عرصہ میں جیسے ہی انہیں یہ بنیادی استعداد میسر ہو جاتی ہے وہ اپنے دیگر ہم کلاس طلبہ سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔

اس کا حل یہ ہے کہ ناظرۂ قرآن کی تعلیم کے وقت طلبہ کو کبھی کبھی بچوں کی دینی کتب اور اسلامی قصے بھی پڑھنے کو دیئے جائیں، ہفتہ بھر میں کوئی کلاس لکھنے پڑھنے کے لئے بھی مخصوص کردی جائے۔ جس طرح اس سے قبل حفظِ قرآن کے ساتھ دعاؤں کو بھی کبھی کبھی حفظ کرایا جاتا ہے، اس طرح حفظ کے دوران لکھنے پڑھنے کی بھی مشق جاری رکھی جائے۔ طلبہ میں قرآن کو پڑھنے اور حروف کی پہچان کے باعث لکھنے پڑھنے کی استعداد موجود ہوتی ہے، ضرورت صرف اس کو نکھارنے کی ہے۔ اس طرح ابتدائی حساب و کتاب بھی دلچسپی کے طور پر سکھایا جاسکتا ہے یا حفظ کی تکمیل کے بعد حفاظ کے لئے کوئی مختصر کورس متعارف کروایا جائے۔

(۴) ٹیوشن کی صورت تعلیم قرآن: ہمارے مخصوص ماحول میں قرآنی تعلیم ہر شخص لازمی خیال کرتا ہے اور اب تو حفظِ قرآن کا ذوق و رواج بھی کافی بڑھ چکا ہے۔ آسائش و آرائش سے بہرہ ور مالدار والدین اپنے بچوں کو قرآن کی تعلیم تو دینا چاہتے ہیں لیکن مدارسِ حفظ کے کم تر وسائل کی بنا پر اور بعض کوتاہیوں کی بنا پر واقع ہونے والے نقائص کی بدولت وہ پسند کرتے ہیں کہ اپنے گھر میں ہی انہیں قرآن کی تعلیم کا موقع مل جائے، جس کے لئے قاری حضرات کی تلاش کی جاتی ہے اور انہیں ٹیوشن کی صورت مختصر مالی خدمت کے عوض گھر میں تعلیم قرآن کے لئے بلایا جاتا ہے۔ ٹیوشن کی صورت میں قرآن کی تعلیم سے ایسے والدین اپنے بچوں کے لئے معیارِ زندگی اور اخلاق و صفائی کا اہتمام تو حاصل کر لیتے ہیں لیکن دوسری طرف ایسے بے شمار مسائل میں گھر جاتے ہیں جن کا کوئی حل نہیں، جن میں سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ ٹیوشن کی صورت میں بچہ بہت کم ہی اپنے مقصدِ تعلیم کو پورا کر سکتا ہے اور ایسے بچے عموماً اس میدان میں کورے رہ جاتے ہیں، ٹیوشن کی صورت میں یہ مسائل بھی جنم لیتے ہیں:

i) قاری حضرات جب گھروں میں پھر کر بچوں کو تعلیم دیتے ہیں تو اس سے تعلیم قرآن کی عظمت اور قرآن کا تقدس مجروح ہوتا ہے۔ اپنے ماحول میں استاذ کی آمد سے طالبِ علم بھی استاد اور اس علم کو مطلوبہ اہمیت نہیں دیتا، والدین کا طرزِ عمل بھی بعض اوقات ایسا ہی ہوتا ہے، چنانچہ تعلیم قرآن کی روایت تو رہ جاتی ہیں، عملاً کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ii) طالبِ علم صرف استاد سے سب کچھ حاصل نہیں کرتا بلکہ اپنے رفیقانِ مکتب سے بھی بہت کچھ سیکھتا ہے، دیگر طلبہ سے مقابلہ اسے بہت چیزوں میں محنت پر مجبور کرتا ہے، ٹیوشن کی صورت میں اس مسئلہ کا کوئی حل موجود نہیں۔

iii) اساتذہ کا علمی معیار اور ان کی قابلیت جانچنے کے لئے کسی وسیلہ کے نہ ہونے کی بنا پر، استاذ کی اہلیت بھی مشکوک رہتی ہے۔ تعلیم قرآن کو پیشہ بنا لینے والے بعض اساتذہ کے پیش نظر صرف اپنی

ٹیوشن کو طول دینا ہوتا ہے جس کے لئے بچوں اور والدین کی خوشنودی پر ساری توجہ دی جاتی ہے

iv) امتحان یا کسی اور ذریعہ سے طالبِ علم کی صلاحیت کا معیار معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔

الغرض والدین جن مسائل کا شکار ہو جاتے ہیں، ان سے نکلنا ایک اور عظیم مسئلہ بن جاتا ہے۔

میری رائے میں اس مشکل کا حل یوں ممکن ہے کہ اولاً تو مساجد و مدارس کا اہتمام اسلامی معاشرہ کو بحیثیتِ مجموعی کرنا چاہئے اور ہر فرد اپنی صلاحیتوں کی حد تک اس کی اصلاح میں حصہ ڈالے اور اس کی بہتری میں اپنا وقت صرف کرے کیونکہ یہ ادارے مسلم قوم ہونے کے ناطے ہماری ذمہ داری ہیں اور دین کی حفاظت اور تعلیم کے قومی ذرائع ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر بعض والدین اپنے بچوں کو جداگانہ تعلیم دینے پر مصر ہوں تو مدارسِ حفظ کی طرف سے گھروں میں تعلیم کا ایک مستقل ادارہ قائم کیا جائے، جو گھروں میں قاری حضرات باقاعدہ میسر کرے، چند ایک گھروں کے ۸/۱۰ بچوں کو کسی ایک گھر میں تعلیم دی جائے اور یہ مستقل ادارہ اساتذہ کے علمی معیار اور طلبہ کی تعلیم کا باقاعدہ جائزہ لیتا رہے۔ جس کے تحت ماہوار و سالانہ امتحانات بھی منعقد ہوں۔ ان بچوں کے والدین، استاد سے اپنا تعلق واحترام قائم کرنے کے ساتھ ساتھ ٹیوشن کے اس مستقل ادارے سے بھی مربوط رہیں اور اس ادارے کو مالی و علمی وسائل مہیا کریں۔ اس طرح ٹیوشن کے نقصانات میں قدرے کمی کی جاسکتی ہے لیکن اس کا مستقل حل بہر حال حفظِ قرآن کے انہی مستقل اداروں کو ہی پائیدار کرنے اور بہتر کرنے میں ہے جو صرف اس مقصد کے لئے قائم ہوئے ہیں۔ ٹھوس اور حقیقی تعلیم انہی اداروں میں ممکن ہے جہاں منتظمین بنفس نفیس حفظِ قرآن کی کلاسوں کی نگرانی کرتے ہیں۔

حفظِ قرآن میں مزید چند سفارشات جن سے اس نظام کو بہتر بنانے میں مدد ملے گی!

(۱) حفظ کا عمل طالبِ علم اور استاد ہر دو کے لئے کافی مشقت طلب ہوتا ہے جو والدین کی شرکت کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ رہائشی مدارس حفظ میں جیسے تیسے یہ ذمہ داری اساتذۂ حفظ کو اور انتظامیہ کو نباہنی چاہئے، طالبِ علم کا زیادہ سے زیادہ وقت اور توجہ حفظِ قرآن پر صرف کی جانی چاہئے۔ لیکن ایسے علاقائی مدارسِ حفظ جہاں بچے تعلیم کے بعد گھروں کو لوٹ جاتے ہیں وہاں یہ ذمہ داری والدین پر آجاتی ہے کہ وہ انہیں حفظ میں کوتاہی نہ کرنے دیں۔ اس ضمن میں والدین کا اساتذہ اور انتظامیہ سے مسلسل رابطہ جہاں ان کی صحیح صورتحال سے آگاہی کا موجب ہو گا وہاں بچے پر بھی اس کے مثبت اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔

(۲) اساتذہ کو طالبِ علم کی کارکردگی رپورٹ روزانہ مرتب کرنا چاہئے جس کے لئے انتظامیہ کو

مخصوص فارم مہیا کرنے چاہئیں۔ ادارہ کے وسائل کے پیش نظر ماہ بہ ماہ یہ رپورٹیں والدین کو اِرسال کی جائیں۔ کسی طالب علم کی کارکردگی ناقص ہونے کی صورت میں والدین کو بلایا جائے اور صورتحال سے آگاہ کر کے بچے کی تعلیم میں ان کی توجہ کو بھی حاصل کیا جائے...... اگر اس کارکردگی کو والدین تک پہنچایا نہ جائے تو سال بھر کے بعد کارکردگی کی ساری ذمہ داری ادارۂ حفظ پر آپڑتی ہے اور والدین اپنی کوتاہیاں نظرانداز کر جاتے ہیں۔

(۳) قرآنِ کریم کو فرمانِ نبوی کے مطابق عربی لہجے میں پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس حوالے سے جہاں اساتذہ طلبہ کے تلفظ واداکی طرف دورانِ حفظ توجہ رکھیں وہاں جدید وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اجتماعی طور پر نامور قراء کی تلاوت کے کیسٹ طلبہ کو سنائے جائیں، نامور قراء کی تعریف اور ان جیسا قرآن پڑھنے کا ذوق پیدا کیا جائے۔ طلبہ میں اس ذوق و شوق کا اہتمام کرنے پر حوصلہ افزائی کی جائے۔ بعض مدارسِ حفظ نے اس کا اہتمام کرتے ہوئے طلبہ کے تلفظ و لہجہ میں بڑی نمایاں تبدیلی اور بہتری محسوس کی ہے۔

(۴) بعض مدارسِ حفظ میں بے شمار طلبہ کی تعلیم کے لئے صرف ایک استاد ہوتا ہے یہ امر واضح ہے کہ حفظِ قرآن کا عمل خصوصی توجہ اور محنت و مشقت کا متقاضی ہے۔ طلبہ کی تعداد کا انحصار تو بہرحال استاذ کی صلاحیت پر منحصر ہے لیکن اس پر انتظامیہ کو بھی توجہ دینا ضروری ہے۔

علاوہ ازیں تمام مدارسِ حفظ و ناظرہ کے طلبہ کو یکجا تعلیم دینے کی بجائے اگر ان کو ان کے مراحل کے اعتبار سے قدرے جدا کر دیا جائے تو اس سے بھی بہتر نتائج کی توقع کی جاسکتی ہے۔

قرآنِ کریم کا صحیح تلفظ

قارئین کرام! حفظِ قرآن کے بارے میں اس مختصر جائزے اور بعض سفارشات کے بعد ہم جائزہ لیتے ہیں، آیتِ قرآنی ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَ قُرْآنَهُ﴾ کے دوسرے جز قُرآنه کا...... اللہ تعالیٰ نے قرآن کے درست لفظ وادائیگی کی ذمہ داری بھی اپنے سر لی ہے۔ قرآن کریم کی درست تلاوت کے لئے علمائے امت نے بڑی کاوشیں کی ہیں اور ایک مستقل فن ترتیب دیا ہے جس کا مقصدِ وحید قرآن کی درست تلاوت ہے۔ اس فن کو علم تجوید کا نام دیا جاتا ہے۔ علماء نے اس فن کا اہتمام ضروری قرار دیا اور اس موضوع پر بے شمار تصانیف و تحقیقات منظر عام پر آئیں جن کا سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔ امامِ فن علامہ جزریؒ کا اس کے بارے میں یہ معروف شعر پیش کیا جاتا ہے:

والأخذ بالتجويد حتم لازمٌ
من لم يجود القرآن آثمٌ

"تجوید پر عمل کرنا ازبس لازمی ہے جو قرآنِ کریم کو تجوید سے نہیں پڑھتا، وہ گناہگار ہے"

قرآنِ کریم کی تلاوت بھی ایک عبادت ہے جس پر اجر و ثواب ملتا ہے۔ جس طرح ہر عبادت کے مخصوص اَحکام و مسائل ہوتے ہیں جن کو بجالا کر ہی ثواب کی امید کی جاسکتی ہے، اسی طرح تلاوتِ قرآن کے آداب واَحکام کی پیروی کرکے ہی اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرا جاسکتا ہے۔ علم تجوید الٰہی اَحکام و آدابِ تلاوت کا ہی نام ہے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی اس علم کی بنیاد ہے:

اقرء وا القرآن بلحون العرب وأصواتها (مجمع الزوائد ۷/ ۱۹۹، ضعیف)

"قرآنِ کریم کو عرب کے لہجوں اور ان کی آوازوں میں پڑھو"

ادائے قرآن کے اہتمام میں علماء کی بے شمار خدمات ہر دور میں جاری و ساری رہیں۔ اُمت مسلمہ کو بتوفیق الٰہی یہ خصوصی ذوق عطا کیا گیا ہے کہ وہ اس کا اہتمام کرتے ہیں، اس موضوع میں بحث و نقد کا اہتمام پایا جاتا ہے۔ پاکستان میں علم تجوید و قراءت کی تعلیم کے یہ ادارے بھی ابتدا سے قائم ہیں۔ کسی مسجد سے ملحقہ مدرسہ میں جب چند اہل ذوق میسر آجائیں اور تعلیم قرآن کی کوئی صورت ممکن نظر آتی ہو جس کے لئے ضروری وسائل حاصل ہونے کا اِمکان بھی پایا جائے تو وہاں بعض اوقات تو مدرسۂ حفظ کو وسعت دے کر علم تجوید و قراءت کی تعلیم بھی شروع کردی جاتی ہے اور بعض اوقات علم تجوید کی تعلیم دی جاتی ہے۔ لیکن عموماً اوّل الذکر نوعیت کے مدارسِ تجوید کا اہتمام کیا جاتا ہے جہاں حفظ و ناظرہ کی تعلیم کا بھی انتظام موجود ہو۔ ان مدارس ہائے تجوید و قراءت کا نصاب عموماً دو سال کے دورانیے پر مشتمل ہوتا ہے جس کے بعد ادارہ کی طرف سے سندِ تجوید عطا کی جاتی ہے۔ علم تجوید کے اس دو سالہ نصاب میں بعض علومِ دینیہ کی مختصر تعلیم بھی دی جاتی ہے اور عربی زبان کے قواعد مثلاً علم نحو و صرف کی بابت بھی کچھ حصہ نصاب میں شامل ہے۔ ان مدارس کے حوالے سے درج ذیل کوتاہیاں نظر آتی ہیں جن کی اصلاح کی جانا ضروری ہے

(۱) صرف علم تجوید کا اہتمام

تجوید کے ان مدارس میں، ان کے مقصدِ قیام کے پیش نظر صرف تلفظ اور درست ادائیگی پر توجہ دی جاتی ہے جبکہ معانی و مفہوم کو سمجھے بغیر تلاوتِ قرآن سے ثواب تو حاصل ہوجاتا ہے لیکن عملی مقاصد تشنہ رہ جاتے ہیں۔ علم تجوید کے فارغ التحصیل طلبہ تکمیل کے بعد عموماً یہ کام کرتے ہیں

مساجد کی اِمامت: نبی اکرم ﷺ کے فرمان فليؤمكم أقرأكم "تم میں سب سے خوبصورت تلاوت قرآن کرنے والا تمہاری امامت کرائے" کے بموجب علم تجوید کے فاضل حضرات ہی ائمہ

مسجد بنتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ان ائمہ کی علمی حالت کافی مخدوش ہوتی ہے۔ یہ ائمہ بعض موٹے مسائل کے علاوہ علم تجوید سے تو آشنا ہوتے ہیں، لیکن قرآن کا بعض اوقات درست ترجمہ بھی نہیں کرسکتے۔ بے شمار مسائل کا ان کو خیال بھی نہیں گذرا ہوتا۔ چنانچہ امامِ مسجد سے عوام کی توقعات اور تقاضے پورے نہیں ہوتے جو بعد ازاں اس عظیم منصب کے اِستخفاف کی صورت ظاہر ہوتے ہیں۔

علم تجوید کے ان فاضل حضرات کو عموماً تحفیظِ قرآن کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے۔ یہاں بھی بچوں کے اوّلین مربی ہونے کے ناطے وہ اس عظیم ذمہ داری کو کماحقہ نباہنے کی اہلیت سے عاری ہوتے ہیں۔ چنانچہ طلبہ اور اساتذہ ہر دو میں کم علمی اور بدعملی پائی جاتی ہے۔

(۲) دینی تربیت کا فقدان

مدارس تجوید میں تجوید کے علوم پر تو زور دیا جاتا ہے۔ لیکن قرآن کے اصل علوم پس منظر میں ہوتے ہیں۔ دین صرف اَحکام و مسائل کو یاد کرلینے کا نام نہیں بلکہ جب تک ان پر عمل نہ کیا جائے، دین کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ عمل کے لئے تربیت کی اشد ضرورت ہے۔ عموماً ان مدارس میں جن عظیم علوم اور جس مقدس کتاب سے طلبہ کو مزین کیا جاتا ہے اس کے تقاضوں کے متعلق آگاہی بہم نہیں پہنچائی جاتی۔ یہ تعلیم جس اعلیٰ اخلاق اور مثبت رویوں کی متقاضی ہے وہ صرف معمولی تربیت سے حاصل نہیں ہوسکتے بلکہ اس کے لئے تربیت کا بڑا ٹھوس اور واضح اسلوب اپنانے کی ضرورت ہے۔ لیکن افسوس کہ ان مدارس میں اس تربیت پر کم زور دیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ان مدارس کے فاضل بعض اوقات ایسا اخلاقی نمونہ پیش کرتا ہے جو علم قرآن سے مالامال فضلاء کے قطعاً شایانِ شان نہیں۔

(۳) علومِ قرآن اور قرآن کے بارے میں عوامی تاثر خراب ہوتا ہے!

علم الاداء پر خصوصی توجہ کے ماسوا دینی تعلیم و تربیت سے عاری ہونے کی بنا پر علمی و عوامی حلقوں میں قاری کا تصور غیر عالم کا پایا جاتا ہے۔ ابتداء میں، میں ذکر چکا ہوں کہ دورِ نبوی میں حاملین قرآن حفظ و اداء کے ساتھ علوم و معانی قرآن کے ماہر اور علم و فن کے بھی شاہسوار ہوتے تھے۔ دورِ نبوی میں قاری سے مراد عالم قرآن اور قاریٔ قرآن دونوں ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علم و تربیت کا اہتمام نہ کرنے کی بدولت معاشرے میں قاری کا مقام و مرتبہ کافی کم ہوکر رہ گیا ہے۔ قاریوں کی بابت یہ تاثر اس کثرت سے موجود ہے کہ عوام الناس کے ذہن علومِ قرآن کے بارے میں بھی واضح نہیں۔ چنانچہ عوام یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کے علوم اسی حد تک منحصر ہیں جو ان قراءِ قرآن کو پڑھا دیئے جاتے ہیں جبکہ حقیقتِ حال اس کے برعکس ہے۔ غرض قراء کی اس کم علمی کی بنا پر قرآن کی بابت عوامی تاثر

بگڑ رہا ہے۔

(۴) ترتیل کے تقاضے پورے نہیں ہو رہے!

ایک بار حضرت علیؓ سے سوال کیا گیا کہ ترتیل سے کیا مراد ہے؟ آپؓ نے جواب دیا: **هو تجويد الحروف ومعرفة الوقوف** ''ترتیل نام ہے حروف کو تجوید سے پڑھنے کا اور وقف (ٹھہرنے) کی معرفت کا''......اس کا مطلب یہ ہوا کہ ترتیل میں درست وقف کرنے کی شدید اہمیت ہے۔ امر واقعہ بھی یہ ہے کہ تجوید الحروف کے ذریعے اگر الفاظ کی تصحیح ہوتی ہے تو **معرفة الوقوف** کے ذریعے معانی کی تصحیح ہوتی ہے۔ اگر وقف حسبِ حال کیا جائے تو کلام کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ لیکن درست وقف کرنے کے لئے قاری کا قرآنِ کریم کا معنی سمجھنا ضروری ہے۔ قرآنِ کریم کے معانی سمجھے بغیر درست وقف کرنا ممکن نہیں۔ چنانچہ معانی و مفاہیم قرآنی نہ سکھانے کی بنا پر ترتیل کا اہم ترجز ضائع ہو رہا ہے اور قرآنِ کریم کا معنوی اعجاز متاثر ہو رہا ہے۔

(۵) تجوید کے نام پر فقط غناء کا اہتمام اور اَحکام تجوید میں کوتاہی

تجوید دراصل قرآن کریم کو صحیح پڑھنے کا نام ہے۔ آواز اور لہجہ کی تجوید میں حیثیت، ثانوی ہے۔ قرآن کے معنوی اعجاز اور اس پر عمل کے ذریعے لوگوں کو قرآن کی طرف راغب کرنے کی بجائے قاری صاحبان خوبصورت آوازوں اور تصنع و تکلف کے ذریعے عوام کو قرآن کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ جس طرح واعظوں اور خطیبوں کی کثرت کے بعد علماء کے احترام اور مقام و مرتبہ میں کمی واقع ہوئی ہے عین اسی طرح خوبصورت آوازوں والے قراء کی وجہ سے اَحکام تجوید کے مطابق تلاوت کرنے والوں کی قدر اور اہمیت متاثر ہوئی ہے۔ چنانچہ خوبصورت اور متاثر کن آواز میں تلاوتِ قرآن کا ذوق پھیل رہا ہے اور اَحکام و مسائل تجوید میں کوتاہی در آئی ہے۔ دورِ حاضر کے قراء کسی معروف قاری کے لہجہ کی نقل اتارنے یا طویل سانسوں میں تلاوت کر کے عوام سے داد حاصل کرنے کے متمنی رہتے ہیں اور یہ انداز تلاوت اپنی اصل کے اعتبار سے جہاں احکامِ تجوید سے ناواقفیت ہے وہاں دین کے واضح اَحکام کی بھی صریح خلاف ورزی ہے جس کے سدباب کی شدید ضرورت ہے۔ اس حوالے سے حضرت حسن بصریؒ کا یہ فرمان قابل غور ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

> ''قربِ قیامت یہ ہوگا کہ کوئی قاری یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نے پورے قرآن کو پڑھا اور اس میں کوئی غلطی نہیں کی۔ جبکہ درحقیقت قرآن کے اَحکام پر عمل بجا نہ لاکر اس نے قرآن کے ہر ہر جز کو ضائع کیا ہوگا...... اسی طرح کہنے والا یہ کہے گا کہ میں نے فلاں مکمل سورت کو

صرف ایک سانس میں مکمل کیا، آپ مزید فرماتے ہیں کہ جب قراء میں یہ شروع ہو جائے تو اللہ کرے ان کی تعداد کم ہو جائے!" لا كثّر الله أمثالهم

موجودہ دور میں محافل قرآن میں اسی طرح قرآن سے مذاق کیا جاتا ہے جس کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے۔

علم القرآءات اور اس کی تعلیم

قارئین! قرآنِ کریم کی قراءاتِ سبعہ عشرہ قرآنِ کریم کا ایک اعجاز اور امت پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل واحسان ہے جس کو نبی اکرم ﷺ نے بڑی خواہشوں سے اُمت کے لئے حاصل کیا۔ آپ نے قراءات کی ہر ہر صورت کی صحابہ کرامؓ کو تعلیم فرمائی...... صحابہ کرامؓ نے اس علم کو مکمل محفوظ رکھا اور آج تک یہ علم بصورتِ تواتر ہم تک پہنچا ہے...... متواتر احادیث قراءات کی تائید میں موجود ہیں، قراءِ کرام کی بے شمار خدمات کے نتیجے میں یہ علم بالکل محفوظ اور یقینی صورت میں ملتا ہے۔ اُمت اس سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آج بھی مختلف ممالک میں مختلف لہجوں اور ثابت شدہ تبدیلیوں پر قرآن کی تلاوت کرتی ہے۔ مختلف لہجوں اور روایتوں میں قرآن چھپتے ہیں۔ مختلف مفسروں نے اپنی تفاسیر میں جہاں ان تغیرات سے استفادہ کیا ہے وہاں بطورِ متن قرآن مختلف روایتوں کو اپنایا ہے۔ یہ قراء ات جہاں قاری کے لئے تلفظ کی ادائیگی میں معاوِن ہیں وہاں قرآنِ کریم کے معانی اور مختلف مسائل و اَحکام کی توجیہ میں بھی ان کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

امتِ مسلمہ میں قراءات کی تعلیم کے مدارس ہر دور میں قائم رہے ہیں لیکن افسوس کہ موجودہ دور میں اس کا اہتمام قدرے کم ہوتا جارہا ہے۔ جس طرح حفظ و تجوید کے مدارس جابجا ملتے ہیں، تجوید و قراءات کی درسگاہیں اس طرح کثیر تعداد میں نہیں۔ لیکن قرآءات کی حفاظت اور تعلیم کے باب میں برصغیر کے مسلمانوں کی خدمات اور کاوشیں قطعاً نظر انداز نہیں کی جاسکتیں۔ آج بھی دیگر بہت سے اسلامی ممالک کے مقابلے میں ہمارے ہاں یہ مدارس زیادہ تعداد میں ہیں اور کچھ سالوں سے ان میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس تمہیدی تعارف کے بعد میں آپ حضرات کے سامنے ان مدارس کی بعض کوتاہیاں ذکر کرنا چاہوں گا جن میں اصلاح و بہتری کی شدید ضرورت ہے

(۱) صرف قراءات کے لفظی تغیرات کی تعلیم دی جارہی ہے

مدارسِ قراءات نے اپنی جہد و کاوش سے قراءات کے لفظی تغیر و تبدل کو تو محفوظ کر رکھا ہے، طلبہ کو اس کی تعلیم دی جاتی اور اس کا ذوق پیدا کیا جاتا ہے، لیکن دورِ جدید میں قراءات کو پھیلانے کی

غرض سے ان طلبہ کو تیار نہیں کیا جارہا۔ دورِ حاضر میں قراءات کی تدوین اور حجیت پر بے شمار اعتراضات و شبہات اپنوں اور غیروں کی طرف سے وارد کئے جارہے ہیں، حجیتِ قرآنی کو مشکوک کیا جارہا ہے۔ طلبہ کو الفاظ کے تغیر کی تعلیم کے ساتھ ساتھ علمی طور پر ان علمی و نظری بحثوں کے لئے تیار نہیں کیا جاتا جو اعتراضات کی دنیا میں انہیں درپیش ہیں۔

(۲) حجیتِ قراءات پر اعتراضات

مستشرقین اور اسلام کے معترضین کا یہ الزام ہے کہ جس طرح تورات و انجیل میں تحریف ہوچکی ہے، اسی طرح قرآن میں بھی لفظی تحریف پائی جاتی ہے۔ اس کی تائید انہیں بعض شیعہ حضرات سے بھی مل جاتی ہے جو قرآن کے محفوظ ہونے کے قائل نہیں۔ اس الزام کا استدلال مستشرقین یوں مہیا کرتے ہیں کہ قراءات دراصل تحریفِ قرآن ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے چھ قراء توں کو منسوخ کر کے امت کو ایک قراءت پر جمع کر دیا تھا۔ قراءات کا اہتمام کم ہوجانے کی وجہ سے بدقسمتی سے ہمارے بعض علماء بھی اس الزام و اعتراض سے متاثر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ یہ معترضین علماء کے بعض نادر اَقوال سے من مانا استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے اور علمی طور سے یہ موقف بہت ڈھیلا ہے۔

واقعاتی طور پر اس الزام کو مان لینے کے اثرات یوں ظاہر ہوتے ہیں کہ انہی مروّجہ سبعہ عشرہ قراءات میں سے ایک ہمارے ہاں مروّجہ قرآن کریم کی روایت بھی ہے جو امام عاصمؒ سے ان کے شاگرد حفصؒ کی روایت ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہمارا مروّجہ قرآن بھی انہی قراءات میں سے ایک ہے، ان کے ماسوا نہیں۔ اسی طرح مراکش، لیبیا، الجزائر، سوڈان اور تیونس یعنی بلادِ مغرب وغیرہ میں انہی سبعہ قراءات کی ہی مختلف روایات متداول ہیں...... گذشتہ رمضان المبارک میں جب راقم کو دروسِ حسنیہ میں شرکت کے موقع پر مراکش میں کچھ عرصہ قیام کا موقعہ ملا تو وہاں یہ صورتحال دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ جس طرح ہمارے ہاں روایتِ حفص کے علاوہ قرآن کریم کی تلاوت کو اجنبی خیال کیا جاتا ہے، عین اسی طرح ان کے ہاں مروّج روایتِ وَرْش کے ماسوا کسی اور روایت حتیٰ کہ روایتِ حفص کی تلاوت کو اجنبی بلکہ معیوب تصور کیا جاتا ہے۔ ہمارے بعض لوگ جو قرآنِ کریم کے کتابی صورت میں ہی محفوظ ہونے کو اعتماد کی بنیاد قرار دیتے ہیں، انہیں ایک نظر روایتِ ورش، قالون وغیرہ میں چھپے قرآن بھی دیکھ لینے چاہئیں، الحمد للہ ادارۂ محدث کی لائبریری (مجلس التحقیق الاسلامی) میں فی الوقت دنیا بھر سے اکٹھی کی ہوئی قرآن کریم کی کم وبیش ۵ روایتیں مطبوع صورت میں موجود ہیں، یاد رہے کہ یہ سب روایتیں مصحفِ عثمانی کے عین مطابق ہیں اور رسم قرآن کی مخصوص معین صورتیں دراصل انہی روایتوں کے

تحفظ کے لئے ہی لازمی قرار دی گئی ہیں۔ مراکش بلکہ بلادِ مغرب کا تو عربی حروفِ تہجی لکھنے کا اسلوب ہی دنیا بھر سے نرالا ہے جو آج سے نہیں بلکہ دوسری صدی میں وہاں طلوع اسلام سے آج تک مروّج چلا آرہا ہے چنانچہ قراءات کا انکار کرنے والوں کو اپنی نظر وسیع کرنے اور اپنی قوت مشاہدہ کام میں لانے کی ضرورت ہے...... المختصر اگر قراءات کا انکار کردیا جائے تو ہمارا موجودہ قرآن بھی باقی نہیں رہتا۔

ہمارے اکثر انگریزی نظامِ تعلیم کے پروردہ مسلمان حضرت عثمان کی حفاظتِ قرآن کی کوششوں سے متواتر قراءات کے انکار کا مفروضہ بھی قائم کرلیتے ہیں جبکہ علمی طور پر یہ امر مسلمہ ہے کہ مسلمانوں کو دین کے کسی جز کے حذف کرنے کا اختیار نہیں۔ نبی اکرم ﷺ پر دین مکمل ہوچکا۔ آج کے اس گئے گزرے دور میں قرآن کی ایک حرکت کی تبدیلی کو مسلمان گوارا نہیں کرسکتے تو یہ کیسے سمجھا جاسکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے قرآن کے چھ حروف (مروجہ قراءتوں) کو ختم کردیا اور دیگر صحابہ کرامؓ نے اس کو برداشت کرلیا۔ خلفائے راشدینؓ کو بھی دین کا کوئی جز منسوخ کرنے کا اختیار نہیں کجا یہ کہ وہ قرآن کے چھ حروف منسوخ کردیں۔ آپ کے تیار کردہ مصحفِ عثمانی سے ہی سب قراءتوں اور روایتوں کا ثبوت ملتا ہے۔

مجھے اس مجلس میں قراءات کی حجیت پر گفتگو نہیں کرنا ہے ورنہ اس موضوع پر بہت کچھ پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان اعتراضات کے تناظر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ طلبہ کو ان موضوعات پر علمی مواد بہم پہنچایا جائے اور فکری غذا فراہم کی جائے۔

(۳) علوم قراءات کو نظر انداز کیا جارہا ہے

قراءات میں لفظی تغیر کی نوعیت صرف الفاظ تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس سے معانی و تفسیر قرآن میں بہت مدد میسر آتی ہے۔ قراءات میں الفاظ کے بدلنے سے معنی میں پیدا ہونے والے تغیر کی تعلیم ان درسگاہوں میں نہیں دی جارہی۔ معنی میں ہونے والے تغیرات کو اصطلاح میں توجیہ القراءات کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ قراءات کا ایک اہم علمی فائدہ ہے جس کو نظر انداز کیا جارہا ہے۔ علاوہ ازیں آیات کے شمار کا علم یعنی **علم الفواصل**، رسم قرآنی کے حوالے سے **علم الرّسم** اور **علم الضبط** کی تعلیم کا اہتمام نہیں کیا جارہا۔ جس کے بغیر قراءات کی تعلیم ادھوری ہے اور اس کا حقیقی فائدہ حاصل ہونا اور عملاً مفید ہونا مشکل ہوجاتا ہے۔ میری رائے میں ان کوتاہیوں کے سدباب کے لئے درج ذیل تجاویز کو بروئے کار لایا جانا چاہئے:

(۱) عام دینی مدارس میں جہاں علم تجوید و قراءت کی تعلیم نہیں دی جاتی، ضروری ہے کہ ایک مضمون

کو ضرور متعارف کرایا جائے تاکہ علماء اس موضوع پر بنیادی معلومات رکھتے ہوں۔ اسی طرح علماء میں تلاوت کی ادائیگی و تلفظ کی درستگی بھی ممکن ہو سکے گی۔ اگر ممکن ہو تو مدارسِ دینیہ میں اس مستقل مضمون کے اضافے کے ساتھ درجہ تخصص میں علم تجوید و قراءت کا تخصص بھی متعارف کرایا جائے تاکہ قاری و عالم ہر دو طبقے میں ذہنی بعد کم ہو اور دونوں مل کر زیادہ بہتر انداز میں دین پر اعتراضات کا جواب دے سکیں۔

(۲) مدارسِ تجوید و قراءت میں الفاظ کے ساتھ ساتھ دیگر علومِ قراءت کی طرف بھی توجہ دی جائے اور مختلف موضوعات پر علمی و تحقیقی مباحث کا اہتمام بھی کیا جائے۔

(۳) مجلس الدفاع عن القرآن والحدیث نامی ادارے کا قیام عمل میں لایا جائے جو قراءات اور حدیث کے حوالے سے پیدا ہونے والے شبہات پر علمی بحث و مباحثہ اور موادِ تحقیق فراہم کریں۔

(۴) ایسے تعلیمی ادارے متعارف کرائے جائیں جن میں قراءت کے ساتھ مکمل دینی علوم کا بھی اہتمام موجود ہو تاکہ قاری غیر عالم کا تصور ختم ہو اور تجوید و قراءت کی علمی بنیادوں پر خدمت ممکن ہو سکے۔

یہ وہ چند نکات ہیں جو اس مختصر نشست میں، میں آپ کے گوش گزار کر سکا ہوں۔ ان میں سے ہر ہر موضوع جس قدر تفصیل اور دِقتِ نظر کا متقاضی ہے وہ آپ حضرات بخوبی جانتے ہیں۔ بہر حال کچھ بھی پیش نہ کرنے کی بجائے کچھ نہ کچھ پیش کر دینا مفید ہوتا ہے۔ میں انتظامیہ اور ادارہ ہذا کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس سلسلہ میں مجھے نمائندگی کا موقع دیا۔ ایک اور لحاظ سے بھی یہ امر خوش آئند ہے کہ تعلیمی میدان میں مدارسِ حفظ و تجوید و قراءت کو نمائندگی کے قابل سمجھا گیا۔ ان کے طرزِ تعلیم اور کوتاہیوں سے آگاہ ہونے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ یہ ایک عظیم اقدام ہے جس سے کافی خیر کی توقع کی جا سکتی ہے ☆ ...... اللہ تعالیٰ اپنے دین کو سمجھنے اور درست عمل کی توفیق بخشے۔ آمین!

☆ قارئین کے لئے یہ امر مسرت کا باعث ہو گا کہ محترم مدیر اعلیٰ جامعہ لاہور الاسلامیہ مولانا حافظ عبدالرحمن مدنی نے آج سے ۱۵/۱۶ برس قبل جب قاری محمد ابراہیم میر محمدی مدینہ منورہ یونیورسٹی میں کلیہ القرآن کے مرحلہ پوسٹ گریجویشن میں زیر تعلیم تھے، سے مسلسل ملاقاتوں کے ذریعے اس نیک مشن کی انجام دہی کا منصوبہ بنایا جس کا خاکہ گذشتہ سطور میں حفظ، تجوید اور علوم قراءات کے ضمن میں پیش کیا گیا ہے۔ قاری صاحب اپنی اعلیٰ تعلیم سے فارغ ہو کر جب وطن عزیز واپس ہوئے تو جامعہ لاہور الاسلامیہ میں ایک سال کلیۃ الشریعہ کی کلاسوں میں تجوید کا پیریڈ متعارف کرانے کے بعد ۱۹۹۰

میں ایک مستقل شعبہ بنام کلیہ القرآن الکریم کا اجراء کیا گیا۔ نامور قرآء کرام کی سرپرستی حاصل کی گئی، سالانہ محافل قراءت کا بڑی گرمجوشی سے انعقاد ہوتا رہا تاکہ تدریجاً نئے طرزِ تعلیم کو متعارف کرایا جائے۔

اب جب کہ اس کلیہ کو جاری ہوئے ۱۰ برس کے لگ بھگ ہونے کو آئے ہیں، الحمد للہ قاری صاحب نے اپنی شبانہ روز محنت سے قاری علماء کی ایک جماعت تیار کر کے اپنے دیرینہ خواب کی تعبیر فرمائی ہے۔ علوم تجوید و قراءات کی خدمت کا یہی وہ مشن بھی تھا جسے عرصہ سے مدیر اعلیٰ اپنے نہاں خانہ دل میں سماتے آرہے تھے، اللہ کا بہت احسان ہے کہ آج برسوں پہلے سوچا جانے والا گلشن مہکتا اور خوشبو دیتا نظر آرہا ہے جس میں گو اصلاحِ احوال کی کافی گنجائشیں موجود ہیں، جن میں بعض پر قابو پانا ادارے کے محدود وسائل کی بنا پر مشکل بھی ہے لیکن الحمد للہ طلبہ اور علماء میں اس کا شعور پیدا ہو رہا ہے، اور ہر سال طلبہ کی ایک عظیم جمعیت اس کلیہ القرآن کی طرف دور دراز سے کھنچتی چلی آتی ہے۔ اسی کلیہ سے معروف قراء نے جہاں ملکی سطح پر اپنی حسن کارکردگی کا مظاہرہ کیا وہاں اعلیٰ تعلیم کے لئے غیر ملکی اسلامی یونیورسٹیوں میں سکالرشپ بھی حاصل کیے۔ الحمد للہ قاری صاحب کے زیر سرپرستی ہی طلبہ کی ایک تنظیم تحریک تحفظِ قراءات کے نام سے بھی قائم ہو چکی ہے۔

کلیہ القرآن الکریم میں علومِ سبعہ عشرہ قراءات کے ساتھ ساتھ مروّجہ درسِ نظامی کی بھی مکمل تعلیم دی جاتی ہے۔ اور غالباً قراءات کی اس درجہ اعلیٰ تعلیم کے کسی ادارے کا وجود دنیا بھر میں نادر ہے جس میں قراءاتِ عشرہ صغریٰ و کبریٰ اور ان کے مکمل اجراء کی تعلیم کے مواقع بھی موجود ہوں۔ سعودی ریڈیو پر کلیہ ہذا کے طلبہ کی ہفتہ وار ریکارڈنگ اس کے اعلیٰ معیار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس شعبہ میں صرف حافظ قرآن طلبہ کو داخلہ دیا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں قاری محمد ابراہیم میر محمدی صاحب کی ہی زیر نگرانی حفظ کا ایک وسیع سلسلہ قائم ہے جس میں ۸ کے لگ بھگ کلاسیں قائم ہیں، آپ نے اپنی قابلیت اور ذوق و شوق سے اس شعبہ میں بھی نمایاں تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔ محترم مدیر اعلیٰ بھی ان شعبہ جات کی اپنی علمی مشاورت سے خاص سرپرستی فرماتے ہیں اور قاری صاحب کو انہوں نے شب و روز اس مبارک مشن کے لئے یکسو رکھ کر باقی علمی و مادّی وسائل کی ذمہ داری کا بوجھ خود اٹھایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شعبہ، کلیہ الشریعہ اور دیگر تمام نیک کاموں کو قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ ذمہ دارانِ ادارہ کو زیادہ خلوص عطا فرمائے اور ان تعلیمی، تحقیقی اور رفاہی خدمات میں مصروف گلشنوں کو تادیر آباد رکھے۔ آمین!

نوٹس: جن قارئین کرام کا زرِ سالانہ ختم ہو چکا ہے، از راہِ کرم اوّلین فرصت میں اس کی ادائیگی فرمادیں بصورتِ دیگر محدث کی ترسیل منقطع کر دی جائے گی۔ مفت رسالہ وصول کرنا مالی خیانت کے مترادف ہے!!